رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ

ایڈیٹر صاحبزادہ مرزا مبارک احمد

فاروق

قادیان

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸

جلد ۲۲ | قادیان دارالامان مؤرخہ ۲ صفر ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۴ مارچ ۱۹۳۷ء | نمبر ۲

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سلسلہ کی خبریں

(۱) سیدنا امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کو ہفتہ زیر اشاعت میں پاؤں کے ورم اور درد کی تکلیف رہی۔ اب نسبتاً آرام ہے۔ لیکن صحت کامل کے لئے دعاؤں کی ضرورت ہے

(۲) میری اہلیہ جو عرصہ سے بیمار ہیں۔ اب انکو کسی قدر بیماری سے افاقہ ہو رہا ہے۔ لیکن ابھی تشویش دور نہیں ہوئی۔ احباب ازراہ ثواب ہمدردی ان کی صحت کامل اور زندگی کے لئے دعا فرماتے رہیں۔ اللہ تعالےٰ اجرِ عظیم بخشے گا۔

(۳) میں نے سال رواں کے لئے اور بقایا داران فاروق کے نام حسب اعلان سابقہ وی پی ارسال کئے ہیں۔ براہِ ہمدردی اور امداد جملہ احباب وی پی وصول فرما کر شکریہ کا موقعہ بخشیں۔ روپیہ کی مجھے اس وقت اشد ضرورت ہے۔ وی پی واپس کر کے نقصان نہ دیں۔ خدا آپ کی مدد کرے۔ آمین۔

(۴) احباب برہما کے نام اب اخبار ڈبل محصول ڈاک پر ارسال ہوتا ہے۔ اس لئے وہ بجائے سابقہ چندہ للعہ روپیہ کے چھ روپیہ آٹھ آنہ خود ارسال کر دیں۔ وہاں وی پی اب نہیں بھیجا جائیگا۔

اتحاد ملّت اور احرار

اتحاد ملّت و احرار کی یہ جنگ بھی
اک نہ اک دن دیکھ لینا لائیگی کچھ رنگ بھی

توڑتے ہو ملّت مسلم کے شیرازہ کو تم
کام کرنے کا نہیں آتا ہے کوئی ڈھنگ بھی

زعمِ تبلیغ اخوت اور نفاق باہمی
صلح کے معنی ہیں شاید اہتمامِ جنگ بھی

پہلے تھا مسلم کا ظاہر اور باطن ایک تھا
اب ملا دیتے ہیں حق کیساتھ دیو و رنگ بھی

ایک ہو کر سارے دنیا کو کیا زیر و زبر
آج محکومی کا اپنی سمجھے تم نیرنگ بھی

ہے صلوٰۃ و صوم سی نفرت زکوٰۃ و حج کہاں
دعویٔ اسلام بھی۔ اسلام سی دلتنگ بھی

قوم کی تفریق کر کے دل میں نادم ہیں مگر
اتحادِ قوم کا لب پر ہے عذرِ لنگ بھی

ہو جماعت سے جدا پر سوچ لو راہِ عمل
اسم یا بندہ جو ہو ملتا ہے خط بیرنگ بھی

ان جماعت بندیوں سے ہو گیا معلوم آج
اب مٹا ہی دیں گر نقشِ مانی و ارژنگ بھی

چھوڑ کر غیروں کو اب آپس میں ہے رسّا کشی
چل گیا طاغوتیوں کا ان پہ یہ نیرنگ بھی

جس کو جتنا ہوش تھا اتنا ہی وہ بیہوش ہے
کسقدر دلکش ہے حسنِ لعبتِ افرنگ بھی

(ماخوذ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

احمدی مشن

حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات

قصر نماز نماز کے قصر کرنے کے متعلق سوال کیا گیا۔ کہ جو شخص یہاں آتے ہیں۔ وہ قصر کریں یا نہ۔ فرمایا۔ جو شخص تین دن کے واسطے یہاں آوے۔ اس کے واسطے قصر جائز ہے۔ میری دانست میں جس سفر میں عزم سفر ہو۔ پھر خواہ وہ تین چار کوس ہی کا سفر کیوں نہ ہو اس میں قصر جائز ہے۔ یہ ہماری سیر سفر نہیں ہے۔ ہاں اگر امام مقیم ہو۔ تو اس کے پیچھے پوری ہی پڑھنی پڑیگی۔ حکام کا دورہ سفر نہیں ہو سکتا۔ وہ ایسا ہے۔ جیسے کوئی اپنے باغ کی سیر کرتا ہے۔ خواہ نخواہ قصر کرنے کا تو کوئی وجود نہیں۔ اگر دوروں کی وجہ سے انسان قصر کرنے لگے۔ تو پھر یہ دائمی قصر ہوگا۔ جس کا کوئی ثبوت ہمارے پاس نہیں ہے۔ حکام کہاں مسافر کہلا سکتے ہیں۔ سعدی نے بھی کہا ہے۔ ؎

منعم بکوہ و دشت و بیابان غریب نیست
ہر جا کہ رفت خیمہ زد و خوان بگاہ ساخت

باجا اور آتشبازی نکاح پر باجا بجانے اور آتشبازی چلانے کے متعلق سوال ہوا۔ فرمایا ہمارے دین میں دین کی بنا یسر پر ہے۔ عسر پر نہیں۔ اور پھر انما الاعمال بالنیات ضروری چیز ہے۔ باجوں کا وجود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھا۔ اعلان نکاح جس میں فسق و فجور نہ ہو جائز ہے۔ بلکہ بعض صورتوں میں ضروری شے ہے۔ کیونکہ اکثر دفعہ نکاحوں کے متعلق مقدمات تک نوبت پہنچتی ہے۔ اور پھر وراثت پر اثر پڑتا ہے۔ اس لئے اعلان کرنا ضروری ہے۔ مگر اس میں کوئی ایسا امر نہ ہو۔ جو فسق و فجور کا موجب ہو۔ رنڈی کا تماشا۔ آتشبازی۔ فسق و فجور اور اسراف ہے۔ یہ جائز نہیں۔ باجے کے ساتھ اعلان پر پوچھا گیا۔ کہ جب برات لڑکے والوں کے گھر سے چلتی ہے۔ کیا اسی وقت سے باجا بجتا جاوے یا نکاح کے بعد۔ فرمایا ایسے سوالات اور جزی در جزی نکالنا بے فائدہ ہے۔ اپنی نیت کو دیکھو۔ کہ کیا ہے۔ اگر اپنی شان و شوکت دکھانا مقصود ہے۔ تو فضول ہے۔ اور اگر یہ غرض ہے۔ کہ نکاح کا صرف اعلان ہو۔ تو اگر گھر سے بھی باجا بجتا جاوے۔ تو کچھ حرج نہیں ہے۔ اسلامی جنگوں میں بھی تو باجا بجتا ہے۔ وہ بھی ایک اعلان ہی ہوتا ہے۔

آتشبازی کے متعلق فرمایا۔ کہ اس میں ایک جزو گندھک کا بھی ہوتا ہے۔ اور گندھک وبائی ہوا صاف کرتی ہے۔ چنانچہ آج کل طاعون کے ایام میں مثلاً انار بہت جلد ہوا کو صاف کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص صحیح نیت سے اصلاح ہوا کے واسطے ایسی آتشبازی جس سے کوئی خطرہ نقصان کا نہ ہو۔ چلاوے۔ تو ہم اسکو جائز سمجھتے ہیں۔ مگر یہ شرط اصلاح نیت کے ساتھ ہو کیونکہ تمام نتائج نیت پر مترتب ہوتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ ایک صحابی نے گھر بنوایا۔ اور آپ کو مجبور کیا کہ آپ اس میں قدم ڈالیں۔ آپ نے اس مکان کو دیکھا اس کے ایک طرف کھڑکی تھی۔ آپ نے دریافت کیا۔ کہ یہ کس لئے بنائی ہے۔ اس نے عرض کیا۔ کہ ٹھنڈی ہوا کے آنے کے واسطے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اگر تو اذان سننے کے واسطے اسکی نیت رکھتا۔ تو ہوا تو آ ہی جاتی۔ اور تیری نیت کا ثواب بھی تجھے مل جاتا۔

ایک مختار عدالت نے سوال کیا۔ کہ بعض مقدمات میں اگرچہ وہ سچا اور صداقت پر ہی مبنی ہو۔ مصنوعی گواہوں کا بنانا کیسا ہے۔

فرمایا۔ اول تو اس مقدمہ کے پیروکار بنو۔ جو بالکل سچا ہو۔ یہ تفتیش کر لیا کرو۔ کہ مقدمہ سچا ہے یا جھوٹا۔ پھر سچ آپ ہی فروغ حاصل کرے گا۔ دوم گواہوں سے آپ کا کچھ واسطہ ہی نہیں ہونا چاہیئے یہ مؤکل کا کام ہے۔ کہ وہ گواہ پیش کرے۔ یہ بہت ہی بری بات ہے۔ کہ خود تعلیم دی جاوے۔ کہ چند گواہ تلاش کر لاؤ۔ اور ان کو یہ بات سکھا دو۔ تم کچھ بھی نہ کہو۔ مؤکل خود شہادت پیش کرے۔ خواہ وہ کیسی ہی ہو۔ پھر سوال ہوا۔ کہ بعض باتیں واقع میں صحیح ہوتی ہیں۔ مگر مصلحت وقت اور قانون ان کے اظہار کا مانع ہوتا ہے۔ تو کیا ہم لا تکتموا الشہادۃ کے موافق ظاہر کر دیا کریں

فرمایا۔ یہ بات اس وقت ہوتی ہے۔ جب آدمی آزاد بالطبع ہو۔ دوسری جگہ یہ بھی تو فرمایا ہے۔ لا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ۔ قانون کی پابندی ضروری شے ہے۔ جب قانون روکتا ہے۔ تو رکنا چاہیئے۔ جبکہ بعض جگہ اخفاء ایمان بھی کرنا پڑتا ہے۔ تو جہاں قانون بھی مانع ہو۔ وہاں کیوں اظہار کیا جاوے۔ جس راز کے اظہار سے خانہ بربادی اور تباہی آتی ہو۔ وہ اظہار کرنا منع ہے۔

رہن کے متعلق سوال ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ موجودہ تجاویز رہن جائز ہیں۔ گذشتہ زمانہ میں یہ قانون تھا۔ کہ اگر فصل ہو گئی۔ تو حکام زمینداروں سے معاملہ وصول کر لیا کرتے تھے۔ اگر نہ ہوتی۔ تو معاف ہو جاتا۔ اور اب خواہ فصل ہو یا نہ ہو۔ حکام اپنا مطالبہ وصول کر ہی لیتے ہیں۔ پس چونکہ حکام وقت اپنا مطالبہ کسی صورت میں نہیں چھوڑتے تو اسی طرح یہ رہن بھی جائز رہا۔ کیونکہ کبھی فصل ہوتی اور کبھی نہیں ہوتی۔ تو دونوں صورتوں میں مرتہن نفع و نقصان کا ذمہ دار ہے۔ پس رہن عدل کی صورت میں جائز ہے۔ آج کل گورنمنٹ کے معاملے زمینداروں سے ٹھیکہ کی صورت میں ہو گئے ہیں۔ اور اس صورت میں زمینداروں کو کبھی فائدہ اور کبھی نقصان ہوتا ہے۔ تو ایسی صورت عدل میں رہن بے شک جائز ہے۔ جب دودھ والا جانور اور سواری کا گھوڑا رہن باقبضہ ہو سکتا ہے۔ اور اس کے دودھ اور سواری سے مرتہن کا فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ تو پھر زمین کا رہن جائز ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دہریہ مشن

ہستی باری تعالےٰ

(۲)

تیسرا ذریعہ پھر اس کے بعد کسی شے کے ثبوت کے لئے ایک تیسرا ذریعہ ہے۔ اور وہ سماع یا دوسرے لفظوں میں صادقوں کی شہادت ہے۔ کیونکہ بہت سی چیزیں ایسی ہیں۔ اور بہت سے ایسے واقعات ہیں۔ جو ہمیں نہ حواس خمسہ کے ذریعہ معلوم ہوتے ہیں اور نہ اپنے اثرات اور نتائج سے بلکہ صرف لوگوں کی شہادت سے۔ دیکھو اورنگ زیب کو نہ تو ہم نے دیکھا۔ نہ ہمارے حواس خمسہ نے اسے محسوس کیا۔ اور نہ وہ اپنے اثرات سے ثابت ہوتا ہے۔ بلکہ صرف سماعی شہادت ہے۔ جو نسلاً در نسلاً دیتے آئے۔ اور اس کے وجود کا اقرار اس کے زمانہ سے لے کر اب تک ہر قوم کے ایسے راستباز کرتے چلے آئے ہیں۔ جن کے متعلق ہمارا وہم بھی یہ گمان نہیں کرتا۔ کہ وہ سب جھوٹ بول رہے ہیں۔ اور کسی بات کے معلوم کرنے کا یہ ایک ایسا زبردست ذریعہ ہے۔ کہ اس کو ایک دہریہ بھی تسلیم کرتا ہے۔ کیا کوئی ایسا دہریہ ہے۔ جو اورنگ زیب یا اکبر کے وجود کا منکر ہو۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ سب کے سب مقر ہیں۔ یہ کیوں؟ صرف اسی لئے کہ راستبازوں کی شہادت پر مجبوراً انسان کو سرِ تسلیم خم کرنا پڑتا ہے۔ ورنہ علم تاریخ سب کا سب باطل ہو جائے گا۔ اچھا پرانے واقعات کو جانے دو۔ اب جو بڑی عظیم الشان جنگ ہو رہی ہے۔ اور فرانس ایک بڑے معرکہ کا مقام بن رہا ہے۔ لاکھوں کروڑوں ہندوستانی اس مقام سے ہزاروں میل دور ہیں۔ اور انہوں نے جنگ کا نظارہ نہیں دیکھا۔ توپیں چلتی ہوئی نہیں دیکھیں۔ نہ بندوقیں دنتی ہوئی ان کو سنائی دیں۔ لیکن تب بھی سب کو اس جنگ کے وجود کا یقین ہے۔ ان کے علاوہ جس قدر دہریے ہیں۔ وہ بھی یقین کرتے ہیں۔ کہ فرانس میں جنگ ہو رہی ہے۔ حالانکہ ان کے اصولوں کے مطابق انہیں منکر ہونا چاہیئے۔ کیونکہ انہوں نے لڑائی کا نظارہ اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ مگر کوئی ایک دہریہ بھی اس جنگ کے وجود کا منکر نہیں۔ صرف اسی لئے کہ سچ بولنے والوں نے شہادت دی۔ کہ واقعہ میں فرانس میں ایک جنگ ہو رہی ہے۔ اسی طرح ہم دہریوں کو کہتے ہیں۔ کہ اگر ہر قوم کے صادق اور راستبازوں کی شہادت خدا کے وجود کے متعلق ہم پیش کریں۔ تو تمہیں اس ہستی کے اقرار کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔ کیونکہ جس طرح تم تھوڑے سے راستبازوں کی شہادت پر بڑے بڑے واقعات کا اقرار کرتے ہو۔ اسی طرح اگر دنیا کی ہر قوم کے بڑے بڑے صادق اور راستباز جنہوں نے راستبازی کی خاطر اپنے وطن جان و مال عزت کی بھی پرواہ نہ کی۔ خدا کے وجود کی شہادت دیں۔ کہ وہ ہے۔ اور اس نے اپنا وجود ہم پر ظاہر کیا۔ ہم سے باتیں کیں۔ ہمیں بشارتیں دیں۔ جو پوری ہوئیں۔ ہمارے دشمنوں کے متعلق تباہی و بربادی کی پیش از وقت خبر دی۔ جو عین وقت پر پوری ہوئی۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ ایسی زبردست شہادت کا دہریے انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر ایک دہریہ جج ہو۔ اسکی عدالت میں قتل کا مقدمہ درپیش ہو۔ اور دو صادق راستباز حلفی شہادت دیں۔ کہ ہمارے سامنے زید نے بکر کو قتل کیا ہے۔ تو یقیناً وہ دہریہ جج زید کو پھانسی کی سزا دیگا۔ حالانکہ دہریوں کے اصول کے مطابق خود اس جج نے تو قتل کا وقوعہ اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ لیکن پھر بھی اسے ضرور پھانسی کی سزا دیگا۔ یہ کیوں؟ صرف اسی لئے کہ دنیا کا تمام کاروبار صادقوں اور راستبازوں کی شہادت پر چل رہا ہے۔ غرض مذکورہ بالا تین ایسے اصول ہیں۔ جن سے ہم کسی چیز کے وجود کو ثابت کر سکتے ہیں۔

اول۔ حواس خمسہ۔

دوم۔ اشیاء کے خواص اور افعال کے نتائج اور اثرات

سوم۔ سماع یعنی راستبازوں اور صادقوں کی شہادت

یہاں تک میں نے وہ ذرائع بتائے ہیں۔ جن سے ہم کسی بات کو ثابت کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد میں وہ اعتراض لکھتا ہوں۔ جو ہستی باری تعالےٰ کے عقیدہ پر عام طور پر دہریوں کی طرف سے کئے جاتے ہیں۔ اور ساتھ ہی ان کے جوابات بھی۔

اعتراض اول۔ چونکہ خدا نظر نہیں آتا۔ اس لئے معلوم ہوا۔ کہ اس کا وجود وہم ہی وہم ہے۔ ورنہ اگر واقعہ میں کوئی وجود ہوتا۔ تو ہمیں نظر آتا۔

پہلا جواب۔ دنیا میں بہت سی ایسی چیزیں ہیں۔ جو نظر نہیں آتیں۔ اور پھر بھی وہ موجود ہیں۔ جیسے ہوا۔ روح اور زمانہ اور دہریہ بھی ان چیزوں کے وجود کے مقر ہیں۔

دوسرا جواب۔ اگر خدا لوگوں کو نظر بھی آیا کرتا۔ تب بھی اسکو ہر شخص تسلیم نہ کرتا۔ مثلاً جو لوگ آنکھوں سے بے بہرہ ہیں۔ اور اندھے ہیں۔ وہ کس طرح خدا کو مانتے؟ ہم دہریوں سے پوچھتے ہیں۔ کہ اگر تمہارے مقرر کردہ معیار کے مطابق خدا ان ظاہری آنکھوں سے لوگوں کو نظر آیا کرتا۔ تو جو اندھے ہیں۔ وہ نہ دیکھ سکتے۔ اور اس پر وہ تم سے سوال کرتے۔ کہ چونکہ ہمیں خدا نظر نہیں آتا۔ اس لئے اسے نہیں مانتے۔ تو بتاؤ۔ تم ان اندھوں کو کیا جواب دیتے۔ یقیناً تم انہیں یہی کہتے۔ کہ گو خدا تمہیں نظر نہیں آتا۔ لیکن وہ ضرور موجود

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہے۔ کیونکہ ہم خدا کے افعال اور ان کے نتائج سے اس کا وجود ثابت کرتے ہیں۔ پس یہی جواب ہم دہریوں کو دیتے ہیں۔ کہ تمہیں وہ نظر نہیں آتا۔ لیکن تب بھی وہ موجود ہے۔ اس کے افعال اور ان کے نتائج سے اس کا وجود ثابت ہوتا ہے۔ غرضکہ اگر دہریوں کے اصول کے مطابق خدا ان ظاہری آنکھوں سے نظر بھی آیا کرتا۔ تب بھی سب مخلوق اسے تسلیم نہ کرتی۔ کیونکہ اندھے نابینا اور موتیا بند والے اور طرح طرح کے امراض چشم میں گرفتار اسے دیکھ نہ سکتے۔ اس لئے معلوم ہوا۔ کہ آنکھوں سے نظر آنا ایک ایسا امر نہیں جس سے ساری دنیا کی تشفی ہو سکتی۔

جواب سوم۔ اگر وہ ان آنکھوں سے نظر آجاوے۔ اور سب لوگ اس جاہ و جلال والی ہستی کا مشاہدہ کرلیں۔ تو پھر دین کا کارخانہ ہی باطل ہو جاوے۔ اور ایمان بالغیب پر جو ثواب مقرر ہیں۔ وہ ضائع ہو جاویں۔ ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ان آنکھوں سے وہی چیز نظر آتی ہے۔ جو کسی خاص سمت پر واقع ہو۔ اور محدود ہو۔ خدا تعالےٰ کی ہستی تو سمتوں سے پاک ہے۔ کیونکہ سمتیں اور جگہیں تو اسکی مخلوق ہیں۔ اور یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ مخلوق اپنے خالق کا احاطہ کرلے۔ سو چونکہ خدا سمتوں کا بھی خالق ہے۔ اس لئے وہ سمتوں سے بھی پاک ہے۔ اور جب وہ سمتوں سے پاک ہوا۔ تو آنکھ اسے دیکھ نہیں سکتی۔ کیونکہ آنکھ تو اسے ہی دیکھ سکتی ہے۔ جو کسی خاص سمت میں ہو۔ علاوہ ازیں جب اسکو آنکھ نے دیکھا۔ اور اس کا احاطہ کیا۔ تو وہ محدود ثابت ہوا۔ اور محدود ہونا ایک نقص ہے۔ اور خدا نقصوں سے پاک ہے۔ اس لئے بھی ناممکن ہے۔ کہ وہ ان آنکھوں سے نظر آوے۔ صحیح ہے۔ لاتدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار۔ (باقی دارد) (میر محمد اسحاق)

التماس۔ جن خریداران کے نام فاروق کا وی پی ارسال ہوا ہے۔ وہ براہ کرم وصول فرما کر شکریہ کا موقعہ بخشیں۔ اسوقت مجھے روپیہ کی سخت ضرورت ہے۔

دیانند ی مشن

قدامت روح و مادہ

(۲)

بعض اوقات آریہ حضرات دریافت کیا کرتے ہیں۔ کہ خدا نے روح و مادہ کو کس چیز سے پیدا کیا۔ کیونکہ ہر ایک چیز کی علت مادی ضرور ہوا کرتی ہے۔ اس کے جواب میں عرض ہے۔ کہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ خدا کی ذات کسی چیز کی محتاج نہیں۔ مثلاً ہم تو محتاج ہیں۔ اس بات کے کہ ہمارے والدین ہوں۔ تب ہم ہو سکتے ہیں۔ لیکن خدا بغیر والدین کے بھی انسانوں کو پیدا کرتا ہے۔ اب اگر کوئی شخص یہ خواہش کرے۔ کہ بغیر والدین کے وہ بچہ پیدا کرلے۔ تو یہ اس کے لئے ناممکن ہے۔ لیکن خدا کو کسی ایسے مرد یا عورت کی ضرورت نہیں وہ بغیر کسی مرد یا عورت کے موجود ہونے کے انسانوں کو پیدا کر سکتا ہے۔ پھر ہمارے وجود میں آنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ خدا ہو۔ لیکن خدا اپنی ہستی کے لئے بھی کسی پیدا کرنیوالے کا محتاج نہیں۔ خود بخود موجود ہے۔ اب معلوم ہوا۔ کہ جس طرح اپنی ہستی کے لئے ہم اپنے والدین کے محتاج ہیں۔ اور خدا کی ہستی کے محتاج ہیں۔ خدا اپنی ہستی کے لئے کسی دوسرے کا محتاج نہیں۔ اسی طرح وہ کسی چیز کے پیدا کرنے میں کسی چیز کا محتاج نہیں۔ وہ جب روح و مادہ پیدا کرنا چاہتا ہے۔ تو نیست سے ہست کرلیتا ہے۔ اور جب ان کو فنا کرنا چاہتا ہے۔ تو ہست سے نیست کر دیتا ہے۔ علت اور معلول کے سلسلہ میں تو ہم جکڑے ہوئے ہیں۔ نہ کہ وہ خود بھی۔ جس نے علت اور معلول کو ہمارے لئے بنایا ہے۔ وہ تو ہر قسم کے قوانین کا بنانے والا ہے۔ خود انہیں قوانین میں جکڑا ہوا نہیں ہے۔ لہذا اپنے پر قیاس کر کے کہ جس طرح ہم کسی شے کے بنانے کے لئے اس شے کی علت مادی کے محتاج ہوتے ہیں۔ یہ نہ سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ خدا بھی روح و مادہ پیدا کرنے کے لئے کسی چیز کا محتاج ضرور ہی ہوگا۔

اب میں اپنے آریہ دوستوں سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ وہ غور کریں۔ کہ قدامت روح و مادہ کے لئے ان کے پاس کونسی دلیل ہے۔ اگر صرف یہی کہ چونکہ ہم مادے کو پیدا نہیں کر سکتے۔ یا فنا نہیں کر سکتے۔ اس لئے خدا بھی نہیں کر سکتا۔ تو مذکورہ بالا باتوں کو سمجھ کر پھر بھی اس خیال کو اپنے ذہن میں رکھنا سخت غلطی ہے۔ پھر جبکہ موجودہ سائنس بھی مادے کے فنا نہ ہو سکنے کے متعلق شک میں پڑ گئی ہو۔ دیکھیئے ایڈنبرگ روٹری کلب میں پروفیسر سیمپس کا ماہ جون کا لیکچر جس میں وہ فرماتے ہیں۔ کہ پہلے سائنسدانوں نے جلدی میں یہ کہہ دیا تھا۔ کہ مادہ فنا نہیں ہو سکتا۔ لیکن اب یہ مانا جا رہا ہے۔ کہ مادہ نہ صرف اپنی اصل مقدار کو ہی قائم نہیں رکھ سکتا۔ بلکہ جس طرح شعلہ غائب ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مادہ بھی فنا ہو جاتا ہے۔ اور سوائے طاقت کے کچھ باقی نہیں رہتا اس بات کو ماننے والے اس وقت دنیا کے بڑے بڑے سائنسدان ہیں۔

آج کل سب سے بڑی دلیل جو آریہ حضرات قدامت روح و مادہ ثابت کرنے کے لئے دیا کرتے ہیں۔ یہ ہے کہ:۔ "جو شے بغیر علت کے ہوتی ہے۔ وہ ازلی ابدی ہوا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کرتی ہے"۔

افسوس ہے۔ کہ آریہ حضرات نے اس جگہ بھی سخت غلطی کھائی ہے۔ اول تو انہیں یہ معلوم ہونا چاہیئے تھا۔ کہ اصول ہمیشہ بہت سی امثال کی بنا پر باندھے جایا کرتے ہیں۔ صرف ایک مثال سے اصول نہیں قائم کئے جایا کرتے۔ مثلاً ہم دیکھتے ہیں۔ کہ جب ان بجھ چونے (کلی) پر پانی ڈالا جاتا ہے۔ تو کچھ دیر بعد وہ پانی پہلے ابلنے لگتا ہے۔ پھر اس کا بہت سا حصہ بھاپ کی شکل میں اڑنے لگتا ہے۔ اور اگر ہم اس کے قریب ہاتھ لے جاویں تو ہم بڑی حرارت محسوس کرنے لگ جاتے ہیں۔ حتّٰی کہ یہ حرارت ناقابل برداشت ہو جاتی ہے۔ اب یہ ایک واحد مثال اس بات کی ہے۔ کہ جب ان بجھ چونے پر پانی ڈالا جاتا ہے۔ تو حرارت پیدا ہو جاتی ہے۔ اب اگر کوئی شخص ہمیں یہ کہے۔ کہ "جب کسی چیز پر پانی ڈالا جاتا ہے۔ تو بہت حرارت پیدا ہوا کرتی ہے"۔ تو ہم فوراً اسکو کہیں گے۔ کہ نہیں۔ یہ تو ایک خاص مثال ہے۔ جو کہ استثنٰی کے طور پر ہے۔ ورنہ اصول تو یہ ہے۔ کہ جب کسی شے پر پانی ڈالا جاتا ہے۔ تو اگر وہ شے گرم بھی ہو۔ تو اسکی حرارت کم ہو جایا کرتی ہے۔ اور اسکی بیشمار مثالیں ہم اسے دیں گے۔ اسی طرح صرف خدا کی مثال سے آریہ حضرات کوئی اصول قائم نہیں کر سکتے۔ اصول قائم کرنے کے لئے انہیں زیادہ مثالوں کی ضرورت محسوس ہونی چاہیئے۔ یہ سنکر ممکن ہے۔ کہ آریہ صاحبان یہ کہیں۔ کہ ایسی مثالیں روح و مادہ کی بھی ہیں۔ اس لئے ان کا پیش کردہ اصول صحیح ہے۔ تو ہم عرض کریں گے۔ کہ روح و مادہ کا ازلی ابدی ہونا یا بغیر علت کے ہونا تو ابھی زیر بحث ہے۔ ان دونوں کو تو آریہ صاحبان مثال میں پیش ہی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ جو بات کہ دونوں فریقوں میں زیر بحث ہوتی ہے۔ اس کو از روئے اصول مناظرہ مثال میں پیش کر ہی نہیں سکتے اس کا تو ابھی فیصلہ ہی نہیں ہوا۔ کہ جو بات فریقین میں زیر بحث ہے۔ وہ کس طرح ہے۔ لہذا آریہ صاحبان روح و مادہ کے ازلی یا ابدی یا بغیر علت ہونے کو جب تک ثابت نہ کریں۔ اور ہمیں بھی اپنے ہمخیال نہ بنالیں۔ مثال میں پیش کر نہیں سکتے۔ اب آریہ دوستوں کے پاس بنائے اصول صرف ایک مثال صرف خدا کی رہ جاتی ہے۔ اور ایک مثال سے اصول نہیں بنا کرتے کیونکہ ممکن ہے۔ کہ وہ مثال استثنٰی کے طور پر ہو۔ لہذا آریہ دوستوں کا پیشکردہ اصول ہی غلط ہے دوسرے اگر ہم ان کے اس اصول کو بھی تسلیم کر لیں۔ کہ خدا کی واحد مثال سے بھی اصول قائم ہو سکتے ہیں۔ تو پھر ہمیں بھی حق پہنچتا ہے۔ کہ خدا کی واحد مثال سے ہم بھی اصول قائم کر لیں۔ اور ہم بھی صرف خدا کی واحد مثال پر انہیں یہ بتائیں۔ کہ :-

"جو شے بغیر علت کے ہوتی ہے۔ وہ لامحدود بھی ہوا کرتی ہے۔ اور لامحدود طاقتیں بھی رکھا کرتی ہے"۔

اور اس سے یہ نتیجہ نکال لیں۔ کہ چونکہ ہر ایک روح لامحدود نہیں۔ اس لئے وہ بغیر علت کے نہیں۔ یعنی کہ وہ پیدا کردہ ہے۔ اسی طرح چونکہ مادہ کا ہر ایک جزو لاتیجزا لامحدود نہیں۔ لہذا وہ بھی بغیر علت کے نہیں یعنی کہ وہ بھی پیدا کردہ ہے۔ آج کل آریہ حضرات ایک اور اصول پیش کرنے لگ گئے ہیں۔ کہ "جو چیز مفرد ہوتی ہے۔ وہ ازلی ابدی بھی ہوا کرتی ہے"۔ اس کے متعلق عرض ہے۔ کہ اس اصول کی بنا بھی صرف خدا کی واحد مثال ہی ہے۔ روح و مادہ کو وہ اب بھی مثال میں پیش نہیں کر سکتے۔ کیونکہ یہ زیر بحث ہیں۔ اور صرف ایک مثال سے اصول نہیں بنا کرتے۔ اس لئے ان کا یہ اصول بھی غلط ہے۔ اگر وہ یہاں بھی اصرار کریں کہ خدا کی واحد مثال سے اصول بن سکتے ہیں۔ تو پھر ہمیں بھی حق ہے۔ کہ خدا کی واحد مثال سے یہ اصول بنا کر پیش کر دیں۔ کہ "جو چیز مفرد بھی ہو اور ازلی ابدی بھی ہو۔ اس کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ کہ وہ لامحدود بھی ہو۔ جیسا کہ خدا میں پایا جاتا ہے"۔ اور اس نتیجہ پر پہنچ جائیں۔ کہ کوئی روح لامحدود نہیں۔ اس لئے اس میں یہ دونوں باتیں نہیں پائی جا سکتیں۔ کہ وہ مفرد بھی ہو۔ اور ازلی ابدی بھی ہو۔ اب اس کا مفرد ہونا تو فریقین کا مسلمہ ہے۔ لہذا اس کا ازلی ابدی ہونا چھوڑنا پڑے گا۔

آریہ حضرات کو خوب یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ جب وہ کسی بات کو کسی اصول کے ماتحت رکھ کر ثابت کرنا چاہیں۔ تو اس کا طریق یہ ہوتا ہے۔ کہ ایسا اصول پیش کریں۔ جسے یا تو وہ معقولی طور پر ثابت کر سکتے ہوں۔ یا جس کو فریق مخالف بھی تسلیم کرتا ہو۔ ورنہ ان کی تمام کوشش اکارت جائیگی۔ ان کا اس اصول کو پیش کرنا بالکل ویسا ہی ہے۔ جیسا کہ بعض مسلمانوں کا اصولی رنگ میں اس اصول کو پیش کرنا ہوتا ہے۔ کہ "جس شے کا جس کسی کو علم کامل ہوا کرتا ہے۔ وہ اس شے کو بنا بھی سکتا ہے"۔ اور جس طرح اس اصول کو وہ پیش کر کے اس نتیجہ پر پہنچ جایا کرتے ہیں۔ کہ چونکہ خدا کو ہر شے کا علم کامل ہے۔ اس لئے وہ ہر شے کو (خواہ مفرد ہو یا مرکب) پیدا بھی کر سکتا ہے۔ اسی طرح آریہ صاحبان کا اس غلط اصول کو پیش کر کے کہ "جو شے بغیر علت کے ہوتی ہے۔ وہ ازلی ابدی بھی ہوا کرتی ہے"۔ اس نتیجہ پر پہنچنا کہ روح و مادہ ازلی ابدی ہیں۔ غلط ہے۔

آریہ حضرات بعض اوقات ایک اور اصول بھی پیش کیا کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ "جو شے ازلی ہوتی ہے۔ وہی ابدی بھی ہوتی ہے"۔ اور مثال میں پھر خدا کو پیش کرتے ہیں۔ ..... اسی طرح ہم بھی خدا کو ہی مثال میں پیش کر کے کہہ دیتے ہیں۔ کہ جو شے ازلی ابدی ہوا کرتی ہے۔ وہ ضرور لامحدود بھی ہوا کرتی ہے۔ اب چونکہ کوئی شے سوائے خدا کی ذات کے لامحدود نہیں۔ لہذا وہ ازلی ابدی بھی نہیں۔

الغرض کہ آریہ صاحبان کا کوئی بھی پیشکردہ اصول ایسا نہیں۔ جس سے ثابت ہو سکے۔ کہ روح و مادہ ازلی ابدی ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ آریہ حضرات کیوں اس مسئلہ پر اسقدر زور دیتے ہیں۔ کیا اسکو ثابت کر کے اور دوسروں سے منوا کر وہ خیال کرتے ہیں۔ کہ وہ خود یا دوسرے لوگ کسی قسم کی روحانی ترقی کر سکتے ہیں۔ جو کہ اصل مدعا مذہب کا ہے۔ اور ہونا چاہیئے۔ یا کیا یہ مان کر کہ خدا روح و مادہ کو پیدا نہیں کر سکتا۔ ہم لوگ نیک کرم کرنے لگ جاویں گے۔ (باقی دارد)

نوٹ:- واضح ہو۔ کہ مسلمان لوگ خدا کو سب اشیاء کی علت مانتے ہیں۔ اور روح و مادہ کی علت بھی خدا کو تسلیم کرتے۔ اور کسی مادی علت کو نہیں مانتے۔ اس لئے روح و مادہ کو وہ بغیر علت کے نہیں مانتے۔ اور یہ کہنا کہ روح و مادہ بغیر علت کے ہے۔ غلط ہے۔ ہاں سوائے خدا کے اور کوئی علت ازلی نہیں ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پیغامی مشن

مسیح موعود نبی اللہ

(۲)

(بسلسلہ فاروق مورخہ ۲۱ر فروری ۳۷ء)

(۹) آنحضرت صلعم کے نمونہ پر وحی اللہ کا پانا صرف مسیح موعود میں متحقق ہے

(از مسیح موعودؑ)

"سو اس امت میں وہ ایک شخص میں ہی ہوں۔ جس کو اپنے نبی کریم کے نمونہ پر وحی اللہ پانے میں تیئیس ۲۳ برس کی عمر دی گئی ہے۔ اور تیئیس برس تک برابر یہ سلسلہ وحی کا جاری رکھا گیا"۔ (اربعین صـ۲۲) پس

"اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں"۔ (از مسیح موعود حقیقۃ الوحی صـ۳۹۱)

(۱۰) ایک سوال کا ضروری جواب

(از مسیح موعودؑ)

"بعض نادان کہتے ہیں۔ کہ عربی میں کیوں الہام ہوتا ہے۔ اس کا یہی جواب ہے۔ کہ شاخ اپنی جڑ سے علیحدہ نہیں ہو سکتی۔ جس حالت میں یہ عاجز نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے کنارِ عاطفت میں پرورش پاتا ہے۔ جیسا کہ براہین احمدیہ کا یہ الہام بھی اس پر گواہ ہے۔ کہ تبارك من علم و تعلم یعنی بہت برکت والا انسان ہے جس نے اسکو فیض روحانی سے مستفیض کیا اور دوسرا بہت برکت والا یہ انسان ہے۔ جس نے اس سے تعلیم پائی۔ تو پھر جب معلم اپنی زبان عربی رکھتا ہے۔ ایسا ہی تعلیم پانے والے کا الہام بھی عربی میں چاہیئے تا مناسبت ضائع نہ ہو"۔

(اربعین حصہ سوم صـ۳۴)

(۱۱) ملہم اور نبی میں فرق

(از مسیح موعود)

"بعض جاہل اس جگہ یہ کہا کرتے ہیں۔ کہ ہمیں بھی سچی خوابیں آجاتی ہیں۔ کبھی دعا بھی قبول ہو جاتی ہے کبھی الہام بھی ہو جاتا ہے۔ پس ہم میں اور رسولوں میں کیا فرق ہے؟ × × × × یہ ایک ایسا مغرورانہ خیال ہے۔ جس سے اس زمانہ میں بہت سے لوگ ہلاک ہو رہے ہیں۔ × × × اور جیسا کہ ظاہر ہے۔ کہ ایک مفلس گدائی پیشہ کے پاس بھی چند درہم ہوتے ہیں۔ اور ایک شہنشاہ کے خزائن بھی دراہم سے پُر ہوتے ہیں۔ مگر وہ مفلس نہیں سمجھ سکتا۔ کہ میں بادشاہ کے برابر ہوں۔ یا مثلاً ایک کیڑے میں روشنی ہوتی ہے۔ جو رات کو چمکتا ہے۔ اور آفتاب میں بھی روشنی ہے مگر کیڑا نہیں کہہ سکتا۔ کہ میں آفتاب کے برابر ہوں"۔

× × × لیکچر سیالکوٹ۔

(۱۲) ولی اور نبی میں فرق

ولی اور نبی میں کثرت و قلت اور قوت اور فعل کا فرق ہے۔ مکالمات و مخاطبات کا دروازہ قیامت تک کھلا ہے۔ پس جو شخص کثرت مکالمات و کثرت امور غیبیہ سے مشرف کیا جاوے۔ وہ نبی کہلاتا ہے ورنہ ولی۔ اور دوسرے ولی کے لئے شرط نہیں۔ کہ وہ خدا کا رسول ہو۔ لیکن نبی کے لئے خدا کا رسول ہونا شرط ہے۔ یعنی بغیر مامور ہونے کے بھی ایک شخص ولایت کے منصب کو پا سکتا ہے۔ لیکن بغیر مامور ہونے کے نبی کے لقب کو پانا محال ہے۔ اور تیسرے ولی کی وحی شرعی حجت نہیں۔ لیکن نبی کی وحی باعتبار وحی نبوت ہونے کے شرعی حجت اور لوگوں کے لئے مدار نجات ہے۔ جیسے کہ فرمایا:۔

"خدا تعالےٰ اپنے کلام عزیز میں فرماتا ہے۔ کہ ہر ایک مومن پر غیب کامل کے امور ظاہر نہیں کئے جاتے بلکہ محض ان بندوں پر جو اصطفاء اور اجتباء کا مرتبہ رکھتے ہیں۔ ظاہر ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ ایک جگہ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ فلا یظہر علیٰ غیبہٖ احدًا الا من ارتضیٰ من رسول × × ×"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صـ۶۷)

(۱۳) ان معنوں کے رو سے نبوت کے دو اقسام ہیں مندرجہ بالا حوالوں سے ظاہر و باہر ہے۔ کہ نبوت کا لفظ لغوی معنوں میں عام ہے" نبی اسکو کہتے ہیں جو خدا کے الہام سے بکثرت آئندہ کی خبریں دیوے"۔ یعنی شرعی اصطلاح میں ایسے مکالمات الٰہیہ جو کثرت سے پیشگوئیوں پر مشتمل ہوں۔ نبوت کے نام سے موسوم ہوتے ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ نبوت دو قسم پر منقسم ہے۔ (۱) نبوت جزویہ یا ناقصہ (۲) نبوت کاملہ تامہ۔ لغوی معنوں کے رو سے جو نبوت ہے۔ وہ نبوت جزویہ یا ناقصہ کہلاتی ہے۔ لیکن اصطلاحی معنوں کے رو سے جو نبوت ہے۔ وہ نبوت کاملہ تامہ کہلاتی ہے۔

(۱۴) حضرت مسیح موعودؑ شرعی اصطلاح میں نبی اور رسول ہیں

مندرجہ بالا حوالوں کے رو سے چونکہ نبوت کی تمام شرائط ضروریہ مسیح موعودؑ میں متحقق ہیں۔ لہٰذا حضرت مسیح موعودؑ کا نبوت کے اصطلاحی معنوں میں نبی اور رسول ہونا ہر طرح سے متحقق ہے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ نے نبوت کاملہ تامہ کا پورا حصہ پایا ہے۔ لہٰذا آپ ہر پہلو سے من حیث النبوت کامل نبی ہیں۔ چنانچہ فرمایا:۔

"میں نے محض خدا کے فضل سے نہ اپنے کسی ہنر سے اس نعمت سے کامل حصہ پایا ہے۔ جو مجھ سے پہلے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی تھی"۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۲) اور نیز فرمایا:۔

"مَیں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں"۔ (مکتوب مندرجہ اخبار عام)

اور نیز فرمایا:۔

"ہمارا دعویٰ ہے۔ کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔ دراصل یہ نزاع لفظی ہے۔ خدا تعالےٰ جس کے ساتھ ایسا مکالمہ و مخاطبہ کرے۔ جو بلحاظ کمیت و کیفیت دوسروں سے بہت بڑھ کر ہو۔ اور اس میں پیشگوئیاں بھی کثرت سے ہوں۔ اسے نبی کہتے ہیں۔ اور یہ تعریف ہم پر صادق آتی ہے۔ پس ہم نبی ہیں"۔ (بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء)

"کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے"

(۱۵) حضرت مسیح موعود کے نزدیک نبی کی تعریف

"یہ مکالمہ الٰہیہ جو مجھ سے ہوتا ہے۔ یقینی ہے۔ اگر میں ایک دم کے لئے بھی اس میں شک کروں۔ تو کافر ہو جاؤں۔ اور میری آخرت تباہ ہو جائے۔ وہ کلام جو میرے پر نازل ہوا۔ یقینی اور قطعی ہے۔ × × × وہ کلام جو خدا کی طرف سے میرے پر نازل ہوتا ہے۔ میں اس پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں۔ جیسا کہ خدا کی کتاب پر × × × × اور چونکہ میرے نزدیک نبی اسی کو کہتے ہیں۔ جس پر خدا کا کلام یقینی اور قطعی طور پر بکثرت نازل ہو۔ جو غیب پر مشتمل ہو۔ اسی لئے خدا نے میرا نام نبی رکھا۔ مگر بغیر شریعت کے"۔

اس سے ثابت ہوا۔ کہ نبوت کاملہ کے لئے سوائے کثرت وحی اور کثرت اظہار امور غیبیہ سے اور کوئی دوسری شرط نہیں۔ پس حضرت اقدس یقیناً اور قطعاً نبی اللہ تھے۔ اور آپ کی نبوت نبوت کاملہ تامہ تھی۔ اور آپ کی وحی قرآن کی وحی کی طرح نص صریح اور قطعی اور شرعی حجت ہے۔ جس سے انکار "حضرت مسیح موعودؑ کی زبانی" انسان کو کافر بنا دیتا ہے۔

(۱۶) حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کے متعلق ایک قاعدہ کلیہ

سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے پہلے حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتب میں اپنی نبوت کو بعض جگہ ایسی طرح سے پیش کیا ہے۔ جس سے کوئی بعض وقت یہ دھوکا کھاتا ہے۔ کہ شاید مسیح موعودؑ نے اپنی نبوت کو جزوی یا لغوی نبوت قرار دیا ہے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ عبارات میں الفاظ جزوی اور لغوی کے بھی پائے جاویں۔ لیکن ان عبارتوں کے وہی معنے ہم کرنے کے مجاز ہیں۔ جو مسیح موعودؑ نے ہمیں کرنے کے لئے تاکید کئے۔ وہ ہذا۔

"جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے۔ صرف ان معنوں سے کیا ہے۔ کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں۔ اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے۔ رسول اور نبی ہوں۔ مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے۔ سو اب بھی میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا"۔ (ایک غلطی کا ازالہ)

پس اس قاعدہ کلیہ سے تمام ان عبارتوں کے معنے صحیح ہو سکتے ہیں۔ اور اگر ایک منٹ کے لئے انسان مسیح موعودؑ کو اپنا حکم اور عدل قبول کرے۔ اور اسی کے حکم کے ماتحت اسکی عبارتوں کے وہ معنی کرے جو ہمیں اس نے کرنے کے لئے حکم فرمایا ہے۔ جب خود خدا کا مسیح ان عبارات کے وہ معنے نہیں کرتا۔ جو ظاہر معلوم ہو سکتے ہیں۔ تو پھر ہم کون ہیں۔ کہ ان عبارات کو ظاہر پر حمل کر کے ایک کھلی کھلی گمراہی کو خرید کریں۔ بعض لوگ ہمیشہ من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب سے یہ معنے نکالا کرتے ہیں۔ کہ نعوذ باللہ من ذٰلک حضرت مسیح موعود نبی اور رسول نہ تھے۔ حالانکہ حضرت مسیح موعودؑ نے اس کے معنے خود کر دیئے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"اور میرا یہ قول "من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب"۔ اس کے معنے صرف اس قدر ہیں۔ کہ میں صاحب شریعت نہیں ہوں"۔ (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۶)

پس خدا کے مسیح کے کلام کے وہ معنے کرنے چاہئیں جو خود خدا کا مسیح کر گیا ہے۔ نہ کہ وہ جو کہ خود ہمارا سرکش نفس ہمیں کرنے پر مجبور کرے۔

(۱۷) ذاتی صفات اور اضافی صفات

جاننا چاہیئے۔ کہ جیسے کہ خدا تعالےٰ کی صفات دو قسم کی ہیں ایک ذاتی اور دوسرے اضافی۔ (دیکھو چشمہ معرفت صفحہ ۱۷۶) بعینہٖ اسی طرح انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بھی صفات دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک تو وہ صفات ہیں۔ جن کا ہونا نبی کہلانے کے لئے ضروری ہے۔ اور جن کے بغیر نبی نبی نہیں کہلا سکتا۔ وہ تو ذاتی صفات ہیں۔ جن کا ذکر اوپر ہو چکا۔ لیکن دوسرے صفات وہ ہیں۔ جن کا تحقق و وجود خارج میں پایا جانا موقعہ و محل کو چاہتا ہے۔ اور جن کے ہونے یا نہ ہونے سے ذات نبوت میں کوئی زیادتی یا کمی واقع نہیں ہو سکتی۔ ایسی صفات کو اضافی صفات کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ مثلاً نبی کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ وحی نبوت پاوے۔ اور رسول ہو۔ لیکن خاتم النبیین یا شارع ہونا یا مستقل ہونا۔ یا ظلی ہونا ہر ایک نبی کے لئے شرط نہیں۔ بلکہ ان کا تحقق وجود خارج میں پایا جانا موقع و محل کو چاہتا ہے۔

نبوت کی صفات ذاتیہ کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ اب انشاء اللہ صفات اضافیہ کا ذکر ہوگا۔ اور اس کے واقع ہونے کی وجہ تسمیہ بھی بتلائی جائے گی۔ وباللہ التوفیق۔

(۱۸) مسئلہ نبوت مستقلہ اصلیہ و ظلیہ

حضرت مسیح موعود کی نبوت کو سمجھنے کے لئے اس مسئلہ کا کما حقہٗ سمجھ لینا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ یہی وہ مسئلہ ہے۔ جس کے سمجھنے پر ختم نبوت اور حضرت مسیح موعودؑ کے نبی اللہ ہونے کی حقیقت سمجھ میں آ سکتی ہے۔ جب ہم نبوت مستقلہ و نبوت ظلیہ کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے قرآن شریف یا وحی مسیح موعودؑ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ تو وہاں ان الفاظ کا استعمال

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نہیں پاتے۔ قرآن شریف میں جس طرح دوسرے انبیاءؑ کو نبی یا رسول کہا گیا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح مسیح موعودؑ کو۔ وحی نبوت یعنی قرآن شریف اور وحی مسیح موعودؑ میں صاف اور صریح لفظوں میں نبی اور رسول کہا گیا ہے۔ اور کہیں بھی نبی کے ساتھ ظل یا بروز کا استعمال نہیں ہوا۔ پس یہ قیاس مع الفارق ہے۔ کہ مسیح موعودؑ کا اپنی نسبت ظلی یا بروزی یا امتی کا لفظ بولنا بذاتہٖ نبوت مسیح موعود میں کوئی خلل واقع کرتا ہے۔ سوال ہو سکتا ہے۔ کہ جب قرآن اور وحی مسیح موعود میں نبی کے ساتھ ظلی یا مستقل لفظ کا استعمال نہیں ہوا۔ تو پھر کیا وجہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ نے ان الفاظ کو بہت دفعہ استعمال کیا۔ سو جہاں تک غور کیا گیا ہے حضرت مسیح موعودؑ نے ان الفاظ کو بطور اظہار صفات اضافیہ کے استعمال کیا ہے۔ ورنہ ان الفاظ کو ذات نبوت سے کوئی تعلق نہیں۔ یعنی حضرت مسیح موعودؑ نے ان الفاظ کا استعمال طریق حصول نبوت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے کیا ہے۔ ورنہ ان الفاظ کو ذات نبوت سے کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ فرمایا:۔

"یاد رہے۔ کہ بہت سے لوگ میرے دعوے میں نبی کا نام سنکر دھوکا کھاتے ہیں۔ کہ گویا میں نے اس نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ جو پہلے زمانوں میں براہ راست نبیوں کو ملی ہے۔ لیکن وہ اس خیال میں غلطی پر ہیں۔ میرا ایسا دعویٰ نہیں ہے۔ بلکہ خدا تعالےٰ کی مصلحت اور حکمت نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے افاضۂ روحانیہ کا کمال ثابت کرنے کے لئے یہ مرتبہ مجھ کو بخشا ہے۔ کہ آپ کے فیض کی برکت سے مجھے نبوت کے مقام تک پہنچایا۔ اس لئے میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔ اور میری نبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ظل ہے۔ نہ کہ اصلی نبوت۔" اس وجہ سے حدیث اور میرے الہام میں جیسا کہ میرا نام نبی رکھا گیا۔ ایسا ہی میرا نام امتی بھی رکھا ہے۔ تا معلوم ہو۔ کہ ہر ایک کمال مجھ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپ کے ذریعہ سے ملا ہے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰)

اس حوالہ میں حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے نبی اللہ ہونے کا بتصریح دعویٰ کیا ہے۔ اور اپنے آپ کو مقام نبوت تک پہنچنے والا پیش کیا ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ مقام نبوت کے حصول کا طریق کیا تھا۔ آیا اصالتاً یا وساطتاً۔ سو اس کا جواب بھی اس میں درج کر دیا۔ کہ "میری نبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ظل ہے۔ نہ کہ اصلی نبوت"۔ یعنی میری نبوت آنحضرت صلعم کے کمال فیضان کی وجہ سے ہے۔ نہ کہ براہ راست۔ پھر اس طریق کا فائدہ بتایا۔ "تا معلوم ہو۔ کہ ہر ایک کمال مجھ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپ کے ذریعہ سے ملا ہے"۔ پس اس حوالہ میں نبوت اصلیہ و نبوت ظلیہ کا کھول کر بیان کیا گیا ہے۔ اور بتایا گیا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ من حیث النبوۃ نبی اللہ ہیں۔ باقی طریق حصول نبوت میں فرق بیان کیا ہے۔ بذاتہٖ نبوت میں کوئی فرق نہیں بیان کیا گیا۔

(۱۹) بعد از خاتم النبیین ولی اور نبی بننے کا طریق یکساں ہے

یہ ایک مسلمہ امر ہے۔ کہ ولی کا براہِ راست بغیر استفادہ مشکوٰۃ نبوت اپنے کمال کو پہنچنا ناممکن اور محال ہے۔ اور ہر ایک نبی کے روحانی افاضہ سے ان کی امت میں اولیاء اللہ ہوتے رہے۔ پس یہاں سے ثابت ہوا۔ کہ ولی کا ظلی ہونا لازمی ہے۔ یعنی ولی بیمن اتباع نبی مرتبہ ولایت تک پہنچتا ہے۔ براہ راست بغیر اتباع نبوت اپنے کمال کو نہیں پہنچتا۔ لیکن نبی کے لئے لازمی نہیں۔ کہ وہ ظلی یا بالواسطہ ہو۔ اور اس کا کمال کسی سابقہ نبی کے لئے چراغ نبوت سے مکتسب و مستفاض ہو۔ بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تک ہر ایک نبی مستقل یعنی براہِ راست طریق سے بغیر استفاضہ کسی سابقہ نبی کے مقام نبوت حاصل کرتا تھا۔ لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کی وجہ سے اب نبوت کاملہ کا ملنا" اس طرح پر تو منقطع ہو گیا۔ کہ کوئی شخص براہِ راست مقام نبوت حاصل کر سکے۔ لیکن اس طرح پر منقطع نہیں۔ کہ وہ نبوت چراغ نبوت محمدیہ سے مکتسب و مستفاض ہو" (ریویو بر چکڑالوی)

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے آپ کے بعد مقام ولایت و مقام نبوت کا ملنا یکساں طریق پر واقع ہوا۔ تا اس سے آنحضرت صلعم کا افضل انبیاء ہونا ظاہر ہو۔ جیسے کہ فرمایا:۔

"اس جگہ یہ سوال طبعاً ہو سکتا ہے۔ کہ حضرت موسیٰ کی امت میں بہت سے نبی گزرے ہیں۔ پس اس حالت میں موسےٰ کا افضل ہونا لازم آیا۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ جس قدر نبی گزرے ہیں۔ ان سب کو خدا نے براہ راست چن لیا تھا۔ حضرت موسےٰ کا اس میں کچھ دخل نہ تھا۔ لیکن اس امت میں آنحضرت صلعم کی پیروی کی برکت سے ہزارہا اولیاء ہوئے۔ اور ایک وہ بھی ہے۔ جو امتی بھی ہے۔ اور نبی بھی۔ اس کثرت فیضان کی کسی نبی میں نظیر نہیں مل سکتی" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۸)

علاوہ ازیں اس امر کو خوب یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ بعد از خاتم النبیین گو طریق حصول مقام ولایت و مقام نبوت یکساں ہے۔ مگر ولایت و نبوت میں بذاتہٖ بہت فرق ہے۔ جیسے کہ نمبر ۱۲ میں ظاہر کیا گیا ہے۔ اس لئے ہوشیار رہنا چاہیئے۔ کہ طریق حصول کے یکساں ہونے کی وجہ سے نبی اور ولی کو ایک ہی نہ سمجھ لیا جاوے۔ بلکہ حدود اللہ کو قائم رکھنا لازمی اور ضروری ہے۔

(۲۰) نبوت دو طریقوں سے حاصل ہوتی ہے۔

مقام نبوت کے حاصل کرنے کے لئے حضرت مسیح موعودؑ نے دو ہی طریق مقرر فرمائے ہیں۔

(۱) ایک طریق کا نام براہِ راست یا مستقل طور پر ہے۔

(۲) دوسرے طریق کا نام بالواسطہ یا ظلی ہے۔

براہ راست وہ طریق ہے۔ جس سے ایک نبی مقام نبوت کو بغیر پیروی کسی سابقہ نبی کے حاصل کرے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور یہ طریق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تک رائج تھا۔

بالواسطہ یا ظلی وہ طریق ہے۔ جس سے ایک نبی مقام نبوت کو کسی سابقہ نبی کے واسطے اور فیض سے حاصل کرے۔ اور یہ طریق آنحضرت صلعم کے خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے جاری کیا گیا۔ ایک طرف ختم نبوت قائم رہے۔ اور دوسری طرف تکمیل نفوس مستعدۂ امت کی بھی پوری ہو جائے۔ اور کوئی فرد بہین اتباع نبوی اس مرتبہ ممکنہ کو پہنچ جاوے۔ تاخیر الامم کا مفہوم پورا ہو۔ (دیکھو ریویو برچکڑالوی)

نوٹ :۔ مقام نبوت اس لئے لکھا گیا ہے۔ کہ نبوت ناقصہ جس کو ولایت یا محدثیت کہتے ہیں۔ وہ ضرور بضرور ظلی یا بالواسطہ ہوتی ہے۔ اس لئے یہاں پر نبوت ناقصہ کی کوئی بحث نہیں۔ صرف نبوت کاملہ کی بحث ہے۔ یاد رہے۔ کہ میں نے جہاں ولی کا لفظ لکھا ہے۔ اس سے میری مراد محدث کی ہے۔ کیونکہ محدث وہ ہوتا ہے۔ جو ایک پہلو سے امتی ہو۔ اور دوسرے پہلو سے ناقص نبی۔ (دیکھو ازالہ)

(۲۱) نبوت مستقلہ سے مراد

نبوت چونکہ دو طریق سے حاصل ہوتی ہے۔ ایک براہ راست اور دوسرے بالواسطہ یا ظلی طور پر۔ سو طریق حصول کے رو سے نبوت دو قسم پر منقسم ہے۔ (اول) نبوت مستقلہ (دوم) نبوت ظلیہ (۱) نبوت مستقلہ یا اصلیہ وہ نبوت ہے۔ (جو اپنی ذاتی صفات کے رو سے کاملہ ہو) اور جو پیشتر از زمانہ خاتم النبیین بغیر توسط کسی پہلے نبی کے براہِ راست طریق سے ملتی تھی۔ چنانچہ مسیح موعودؑ فرماتے ہیں :۔

"آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت مستقلہ جو براہ راست ملتی تھی۔ اس کا دروازہ قیامت تک بند ہے"۔ (ریویو برچکڑالوی)

(۲۲) نبوت ظلیہ سے مراد

(۲) نبوت ظلیہ (اپنے صفات کے رو سے خواہ وہ کاملہ ہو یا ناقصہ) وہ نبوت ہے جو نبوت بعد از خاتم النبیین اور چراغ نبوت محمدیہ سے مکتسب و مستفاض ہو۔ کوئی الگ یا علیحدہ براہ راست طور پر نہ ہو۔ جیسے کہ مسیح موعودؑ فرماتے ہیں :۔

"ظلی نبوت جس کے معنے ہیں۔ کہ محض فیض محمدی سے وحی پانا۔ اس کا دروازہ قیامت تک بند نہ ہوگا"۔ (حقیقۃ الوحی ص۲۸)

نوٹ :۔ نبوت مستقلہ کی تعریف میں نبوت کاملہ کا لفظ درج کیا گیا ہے۔ اور نبوت ناقصہ کا ذکر عمداً ترک کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ نبوت ناقصہ کا براہ راست ہونا محال ہے۔ لیکن نبوت ظلیہ کی تعریف میں نبوت کاملہ اور نبوت ناقصہ دونوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ اس لئے کہ ظلی نبوت کے معنے صرف یہی ہیں۔ کہ محض فیض محمدی سے وحی پانا۔ اور نبوت خواہ کاملہ ہو یا ناقصہ اگر وہ فیض محمدی سے حاصل ہو۔ تو بالضرورت اس پر ظلی کا اطلاق آتا ہے۔ لیکن یہ امر قابل غور ہے۔ کہ ہر ایک ایسا شخص جس کو وحی ملے۔ اس پر عام معنوں میں نبوت کا اطلاق ہوتا ہے۔ بلکہ عام سچی خوابوں اور الہامات پر بھی نبوت کا اطلاق پایا جاتا ہے۔ جیسے کہ مسیح موعودؑ نے فرمایا :۔ "اس وقت یعنی مسیح کے وقت عورتیں اور بچے نبوت کریں گے"۔ (ضرورت الامام) لیکن کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ جو پاوے۔ وہ اصطلاح شریعت میں نبی کہلاتا ہے (دیکھو نمبر ۲) اس لئے جو شخص فیض محمدی سے وحی پاوے۔ اس پر عام معنوں کی رو سے ظلی نبوت کا اطلاق تو ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اوپر کی تعریف سے ظاہر ہے۔ لیکن اصطلاح شریعت میں ظلی نبوت وہ ہوگی۔ جس پر کثرت مکالمات و مخاطبات و کثرت اظہار بر علوم غیب کا ہونا صادق آئیگا۔ جو آنحضرت صلعم کی اتباع سے حاصل ہو۔ دوسرے اس امر کو ضرور بضرور یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ظلی نبوت کاملہ و ظلی نبوت ناقصہ میں گو طریق حصول یکساں ہے۔ مگر بذاتہٖ بہت بڑا فرق ہے۔ ہاں ظلی نبوت کاملہ اور مستقل نبوت گو طریق حصول کے رو سے مختلف ہیں۔ مگر بذاتہٖ ان میں کوئی ذرہ بھر بھی فرق نہیں۔

(۲۳) نبی کا براہ راست ہونا شرط نہیں

(از مسیح موعودؑ)

"نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کی گئی۔ نبی کے (حقیقی) معنے صرف یہ ہیں۔ کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو۔ اور شرف مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں۔ اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو۔ پس ایک امتی کو ایسا نبی قرار دینے سے کوئی محذور لازم نہیں آتا"۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۳۵)

پس اس حوالہ سے صریح طور سے ثابت ہو گیا۔ کہ نبی کے لئے براہ راست مقامِ نبوت حاصل کرنا صفات ذاتیہ میں سے کوئی صفت نہیں۔ بلکہ یہ ایک صفت منجملہ اضافی صفات کے ہے۔ (باقی دارد) (سعدی)

دلچسپ افسانہ

لاہور میں ایک شام

(گذشتہ سے پیوستہ)

اس کے بعد ہم ہال سے باہر نکلے۔ اپنے اپنے سائیکلوں کی بتیاں جلائیں۔ اور یہاں سے روانہ ہوئے راستہ میں میں عاصم صاحب کے دائیں بازو تھا۔ باقی تو ہمارے آگے آگے جا رہے تھے۔ صرف میں اور عاصم صاحب ذرہ فاصلے پر تھے۔ ان پر ان گذشتہ واقعات کا اتنا اثر ہوا۔ کہ نصف راستہ گزر گیا۔ اور ان کی مہر سکوت نہ ٹوٹی۔ آخر میں نے اس خیال سے کہ بالکل خاموش رہنا بھی تہذیب کے خلاف ہے۔ ان سے پوچھا۔ کہ ہوسٹل پہنچکر آپ کتنی دیر وہاں ٹھہریں گے۔ لیکن اس کے جواب میں انہوں نے اپنے ان تاثرات کا اظہار شروع کر دیا جو اس سے قبل کے واقعات سے پیدا ہوئے تھے۔ اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یوں گویا ہوئے:۔

عاصم۔ ان نئی اخلاقی آندھیوں نے کس طرح روحانی مطلع کو غبار آلود کر رکھا ہے۔ زمینی نغموں مادی حسن اور دنیاوی تعیّش نے آسمانی عظمت اور وقار کو انسان کے دل سے بالکل نکال دیا ہے۔ اے خدا! اے زمینوں اور آسمانوں کے بادشاہ! اے وہ کہ کائنات کے ذرّے ذرّے میں تیرے حسنِ ابدی کا پرتو نظر آ رہا ہے! اے میرے محبوب کہ تیری شانِ جمالی ایک نغمۂ خاموش کی صورت میں تمام موجوداتِ عالم پر چھائی ہوئی ہے۔ اے خالقِ "ہر دوسرا" جب میں تیری اس گمراہ مخلوق کو دیکھتا ہوں۔ تو مجسم حیرت بن کر رہ جاتا ہوں۔

اے خدا! مادی تمدن کے تجلّیات نے انسان کو تیری ہستی اور اپنی پیدائش کے حقیقی مقصد سے بہت دور پھینک دیا ہے۔ مشرق کی اس روحانیت کو جواب تک تیری مخلوقات کی زندگی کا سرمایہ رہی ہے۔ مغربیت ایک اژدہا بن کر کھاتی چلی جا رہی ہے۔ اے خدا ہم میں یہ طاقت نہیں۔ کہ ہم اس ظلمت کے پہاڑ کو اپنے راستے سے ہٹا سکیں۔ دنیا تیرے بھیجے ہوئے مسیحؑ کا انکار کر رہی ہے۔ اس کے مخالفین دن رات اور صبح و شام اسے گالیوں سے یاد کرتے ہیں۔ تیرے اس پیارے اور مقدس نبی کی جماعت کو ہر جگہ ستایا جا رہا ہے۔ اگر تیرے بندے تیرا پیغام تیری مخلوق تک پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو انہیں مارا پیٹا جاتا ہے۔

اے معبود حقیقی! اس وقت تمام مذاہب عالم کے پیرو تیرے دین کی اشاعت کرنے والوں کو مسلنا چاہتے ہیں۔ اگر عیسائیوں کو زور آزمائی کا شوق ہوتا ہے۔ تو وہ ہماری طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ آریوں کو گالیاں دینے کا شوق چراتا ہے۔ تو وہ بھی ہماری طرف ہی رخ کرتے ہیں۔ اور اگر مسلمانوں کو اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنا ہوتا ہے۔ تو وہ بھی ہم پر ہی شیر ہو جاتے ہیں۔ غرضیکہ آج ہر قوم ہمیں کچل دینے پر کمربستہ ہے۔ اے بادشاہوں کے بادشاہ ہم اپنے لئے نہیں بلکہ تیرے دین اور تیرے رسول اور تیرے مسیح موعود کی عزت کی خاطر تجھ سے ملتجی ہیں۔ کہ تو اپنی بادشاہت دکھا۔ اور ہمارے دشمنوں کو ہمارے راستے سے ہٹا دے۔ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس کام کو جو تو نے ہمارے سپرد کیا ہے۔ ایسے طور پر سرانجام دیں۔ کہ تو ہم سے خوش ہو جائے۔ اے خدا وہ وقت جلد لا۔ کہ طلوع الشمس من مغربہا کی پیشگوئی اپنی تمام شان میں پوری ہوتی نظر آئے۔

اے ذوالجلال! اے زمین و آسمان کے مالک! مختلف لوگ تیری بارگاہ میں مختلف آرزوئیں لے کر آتے ہیں۔ کوئی تخت و تاج کا خواستگار ہے۔ کوئی جاہ حشمت کا طلبگار۔ کسی کو اولاد کی ہوس ہے۔ اور کسی کو زر و مال کی خواہش۔ لیکن اے دونوں جہانوں کے بادشاہ! میری آرزو ہے۔ کہ تو مجھے اپنے بھیجے ہوئے مسیح کا سچا پیرو بنا۔ اے معبود حقیقی! میں اپنی زندگی تیرے دین کی اشاعت کے لئے وقف کر چکا ہوں۔ میری اس قربانی کو قبول کر۔ اور میرے سرود میں وہ آگ بھر دے۔ کہ ظلمت کے پہاڑ میرے نغمے سے جل کر راکھ ہو جائیں۔ میری زبان میں وہ اثر پیدا کر۔ کہ ان تیرہ خاکدان کے رہنے والوں کو روحانی زندگی کے سرچشمے کے نزدیک کر سکوں۔ یا بالفاظ دیگر احمدیت یعنی حقیقی اسلام سے تیری گمراہ مخلوق کو آشنا کر سکوں۔ اللّٰھم آمین۔

اتنے میں ہوسٹل آ گیا۔ ہمارے ساتھی وہاں کھڑے ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ وہاں پہنچکر عاصم صاحب نے باہر ہی اپنے دوست "مبشر" سے دوبارہ ملاقات کے وعدے پر اجازت چاہی۔ اور انہیں رخصت کیا۔ مجھے بھی آخر ان کو چھوڑنا ہی تھا۔ رات بھی کافی گزر چکی تھی۔ عاصم صاحب کو میں نے اپنے ہاں ٹھہرنے کی دعوت دی۔ لیکن انہوں نے صدر چھاؤنی جانے پر اصرار کیا۔ آخر چار و ناچار وہ یہ کہتے ہوئے کہ ؎

پھر ملیں گے اگر خدا لایا رخصت ہو گئے۔

احقر محمد صدیق مولوی فاضل "جامعہ" از امرتسر

اکسیر حیات

امرت بوٹی

امرت بوٹی ہر شخص کے لئے ایک نئی زندگی اور نئی طاقت و کامیابی کا زندہ پیغام ہے۔ بیرسٹروں ججوں۔ وکیلوں۔ طالب علموں۔ کلرکوں کے لئے حیات بخش ہے۔ غلط کار نوجوانوں۔ جریان۔ کثرت احتلام۔ کمی باہ کا تریاق ہے۔ بے زبان عورتوں کی بے قاعدگی ایام ماہواری۔ سفید رطوبت۔ بے اولادی کے لئے اکسیر اعظم ہے۔ تازہ خون پیدا کرنا اور جسم کا وزن بڑھا دینا اس کا ادنےٰ کرشمہ ہے۔ ہر موسم میں ہر عمر والے انسان کے لئے کامیاب ہے۔

قیمت ۵۰ گولی ۱ عدد

منیجر احمدیہ یونان فارمیسی جالندھر چھاؤنی (پنجاب)

تندرستی

تندرست دانتوں اور مضبوط مسوڑوں پر منحصر ہے

پائیرس ٹوتھ پوڈر ۱

دانتوں کو مضبوط کرتا ہے۔ اگر وہ جگہ نہ چھوڑ چکے ہوں ان کو اپنی جگہ پر جما دیتا ہے۔ منہ سے بدبو آنے کو روکتا ہے۔ پائیریا کے جراثیم اس سے مر جاتے ہیں۔ سرد گرم پانی اگر دانتوں میں درد کرتا ہو۔ تو اس سے آرام آ جاتا ہے۔

پائیرس پوڈر ۲۔ دانتوں کو موتیوں کی طرح چمکا دیتا ہے۔ خوشبودار ہے۔ دانتوں کی میل کو کاٹ کر مضبوط کرتا ہے۔ قیمت ہر دو پوڈر بارہ آنے

منیجر احمدیہ یونان فارمیسی جالندھر چھاؤنی (پنجاب)

تبلیغ رسالت مکمل مسیح موعود علیہ السلام کے تمام اشتہارات ۱۸۸۸ء سے لیکر یوم وصال تک حضورؑ نے شائع کئے۔ دس جلدوں میں شائع ہوئے ہیں۔ قیمت دس روپیہ علاوہ محصول ڈاک۔

پتہ:۔ دفتر فاروق قادیان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عیسائی مشن

تنقیح بر رسالہ الوہیت مسیحؑ

(۹)

(از شیخ عبدالقادر احمدی لائل پوری)

الوہیت مسیح کی چھٹی دلیل پادری صاحب زیر عنوان "یسوع دعویٰ کرتا ہے کہ وہ الٰہی احکام دینے والا ہے" ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:۔

(۱) "فریسی یسوع کے شاگردوں پر الزام لگانے لگے۔ کہ وہ سبت کو توڑتے ہیں۔ یسوع نے جواب دیا۔ "ابن انسان سبت کا بھی خداوند[1] ہے۔ متی ۱۲/۸۔ اسے اختیار ہے۔ کہ وہ سبت کا ماننا بھی منسوخ کر دے۔ سبت تو خدا باپ نے مقرر کیا تھا۔ وہی اسے منسوخ بھی کر سکتا ہے (الوہیت مسیح صـ۶)

الجواب

(۱)

پادری صاحب اگر آپ مذکورہ آیات کو کسی اور انجیل سے بھی پڑھنے کی تکلیف گوارا کر کے دونوں اناجیل کے بیان کردہ واقعات کا موازنہ کرنے کے بعد نتیجہ اخذ کرتے۔ تو آپ کو ہرگز یہ غلط فہمی پیدا نہ ہوتی۔ کیونکہ دوسری انجیل کے الفاظ پادری صاحب کے منقولہ بالا اخذ کردہ زعمات کی پر زور تردید میں ہیں۔ چنانچہ جب ہم اس واقعہ کو جو کہ پادری صاحب نے متذکرۃ الصدر الفاظ میں بالاختصار درج کر دیا۔ مرقس کی انجیل میں دیکھتے ہیں تو تمام کا تمام واقعہ تو متی کی انجیل سے ملتا ہے۔ لیکن چند الفاظ متی کی انجیل میں نظر نہیں آتے۔ جو کہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ متی حواری لکھنے بھول گیا۔ اب ہم وہ تمام کا تمام واقعہ مرقس کی انجیل سے درج ذیل کرتے ہیں۔ جن میں کہ جلی الفاظ متی کی انجیل میں غائب ہیں۔

"اور ایسا ہوا۔ کہ وہ سبت کے دن کھیتوں میں ہو کر جا رہا تھا۔ کہ اس کے شاگرد راہ میں چلتے ہوئے بالیں توڑنے لگے۔ اور فریسیوں نے اس سے کہا۔ کہ دیکھ یہ سبت کے دن وہ کام کرتے ہیں۔ جو کہ روا نہیں۔ اس نے ان سے کہا۔ کیا تم نے کبھی نہیں پڑھا۔ کہ داؤد نے کیا کیا۔ جب اس کو اور اس کے ساتھیوں کو ضرورت ہوئی۔ اور وہ بھوکے ہوئے۔ وہ کیونکر سردار کاہن ابیاتر کے عہد میں خدا کے گھر میں گیا۔ اور نذر کی روٹیاں کھائیں۔ جن کا کہ کھانا کاہنوں کے سوا اور کسی کو روا نہیں۔ اور اپنے ساتھیوں کو بھی دیں۔ اور اس نے ان سے کہا۔ سبت آدمی کے واسطے بنا ہے۔ نہ آدمی سبت کے واسطے۔ پس ابن آدم سبت کا مالک ہے۔ مرقس ۲/۲۳ تا ۲۸ سنہ ۱۹۳۵ء

گویا کہ منقولہ بالا جلی الفاظ جو کہ متی کے انجیل نویس نے بوجہ سہو درج نہ کئے۔ صاف ظاہر کرتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح کا یہ فقرہ کہنا کہ "ابن آدم سبت کا بھی مالک ہے"۔ اسکی الوہیت کو ظاہر نہیں کرتا۔ بلکہ برعکس اس کے انسانیت پر دال ہے۔ کیونکہ آپ مذکورہ الفاظ میں آپ کو انسانوں میں داخل کرتے ہیں۔ جیسا کہ کہتے ہیں۔ سبت کا دن انسانوں کے واسطے ہوا۔ نہ انسان سبت کے دن کے واسطے۔ پس (اس لحاظ سے ناقل) ابن آدم سبت کے دن کا بھی مالک ہے"۔ گویا کہ صاف ظاہر ہے۔ کہ حضرت مسیح آپ کو ایک انسان جتلاتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ چونکہ سبت انسان کے لئے پیدا کیا گیا۔ اس لئے میں بلحاظ ایک انسان یا آدمی کا بیٹا ہونے کے سبت کا مالک ہوں۔ یعنی سبت کے دن سے مطابق شرع جائز فائدہ اٹھا سکتا ہوں۔ اور اسی طرح میں اپنے شاگردوں کو بھی بحالت مجبوری بالیں توڑ کر کھانے کی اجازت دے سکتا ہوں۔ کیونکہ سبت کے دن کسی جائز چیز کا کھانا گناہ نہیں۔ اس لئے کہ سبت کا دن انسان کی خاطر اور اس کے فائدہ اٹھانے کے لئے ہی بنایا گیا ہے۔ اور سبت کو آدمی کا خادم بنایا ہے۔ پس جس طرح کہ مالک کو اختیار ہے۔ کہ وہ اپنے خادم سے جائز فائدہ اٹھائے۔ اسی طرح انسان چونکہ سبت کا مالک ہے۔ اور انسان کے لئے سبت بنایا گیا۔ اس لئے آدمی سبت کے دن جائز کام کر سکتا ہے۔

چنانچہ حضرت مسیح کے اس سے اگلے باب کے الفاظ ہمارے ہی استدلال کی تائید میں ہیں۔ جیسے کہ حضرت مسیح علیہ السلام یہودیوں سے سوال کرتے ہوئے پوچھتے ہیں۔ کہ "سبت کے دن نیکی کرنی روا ہے۔ یا کہ بدی۔ جان بچانا یا جان سے مارنا"۔ مرقس ۳/۴۔ اسی طرح جب یہودیوں نے ایک اور موقع پر یسوع کے سبت کے دن شفا بخشنے پر اعتراض کیا۔ تو آپ نے فرمایا "تم میں سے کون ایسا ہے۔ جس کا گدھا یا بیل کوئیں میں گر پڑے اور وہ سبت کے دن اسکو فوراً نہ نکال لے" لوقا ۱۴/۵۔ پھر فرمایا"۔ کیا ہر ایک تم میں سے سبت کے دن اپنے بیل اور گدھے کو تھان سے نہیں کھولتا۔ اور پانی پلانے نہیں لے جاتا"۔ لوقا ۱۳/۱۵۔ "اور دیکھو وہاں ایک شخص تھا۔ جس کا ہاتھ سوکھ گیا تھا۔ تب یہودیوں نے اس ارادے سے کہ اس پر نالش کریں۔ اس سے پوچھا۔ کہ کیا سبت کے دن چنگا کرنا روا ہے۔ اس نے انہیں کہا۔ کہ تم میں سے ایسا کون ہے۔ جس کے پاس ایک بھیڑ ہو۔ تو وہ سبت کے دن گڑھے میں گرے۔ اور وہ اسے پکڑ نہ نکالے۔ پس آدمی بھیڑ سے کتنا بہتر ہے۔ اس لئے سبت کے

---

[1] حاشیہ:۔ کسی کو آیت ہذا میں حضرت مسیح کے لئے مستعمل لفظ "خداوند" سے دھوکا نہ لگے۔ کیونکہ یہاں لفظ خداوند کے معنی مالک کے سوا اور کچھ نہیں۔ چنانچہ تمام نئی انجیلوں میں یہاں لفظ خداوند کی بجائے "مالک" کا لفظ کر دیا گیا ہے۔ (دیکھو اناجیل مطبوعہ ۱۹۰۸ء سے لیکر ۱۹۳۵ء تک) بیشک بہت ہی پرانی انجیلوں میں اس آیت میں خداوند کا لفظ ہی رکھا گیا۔ لیکن نئی انجیلوں میں لفظ خداوند کی بجائے مالک کا لفظ رکھ کر ثابت کر دیا گیا۔ کہ آیت ہذا کا بالکل صحیح اور سلیس ترجمہ "ابن آدم سبت کا مالک" ہی ہے۔ لیکن اگر یہ تبدیلی نہ بھی کی جاتی۔ تو تب بھی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دن نیکی کرنی روا ہے۔ متی ۱۲/۱ تا ۱۳۔

نوٹ:- چنانچہ حضرت مسیح کی موید تورات بھی ہے۔ ملاحظہ ہو۔ خروج ۲۳/۵ و ۴ ۔ استثناء ۲۲/۱ تا ۴ ۔ جس سے کہ نتیجۃً ظاہر ہے۔ کہ نیک کام کرنا چاہے کسی دن بھی ہو۔ گناہ نہیں پس حضرت مسیح تو تورات پر عمل کرتے ہوئے سبت کے دن نیک کام کرتے تھے۔ نہ کہ سبت کی منسوخی کا اختیار رکھتے ہوئے)

گویا کہ مذکورہ آیات سے ثابت ہے۔ کہ حضرت مسیح کے عندیہ کی رو سے سبت کے دن نیکی کرنی یا جائز کام کرنا روا تھا۔ اسی لئے وہ یہودیوں کو کہتے ہیں۔ کہ چونکہ سبت آدمیوں کے لئے بنایا گیا۔ اور آدمی سبت کا مالک ٹھہرا۔ اس لئے آدمی سبت کے دن جائز کام کر سکتا ہے۔ اور اسی طرح چونکہ میں بھی ابن آدم ہوں۔ اس لئے میں سبت کا مالک ہوا۔ اور سبت کے دن نیک کام کرنے ناروا نہیں ہیں۔ اس لئے میں نے شاگردوں کو بحالت مجبوری بالیں توڑ کر کھانے سے منع نہ کیا۔ اور نہ ہی کسی شخص کے سوکھے ہوئے ہاتھ کو چنگا کرنے سے باز رہا مرقس ۲/۲ ۔ پادری صاحب اب بتلائیے۔ کہ مذکورہ آیت سے الوہیت مسیح کیونکر ثابت ہوئی۔

(۲)

لیکن اگر پادری صاحب کا ہی خیال تسلیم کر لیا جاوے۔ کہ یسوع کا آپ کو سبت کا مالک جتلانے کے یہ معنی تھے۔ کہ اسے الٰہی احکام منسوخ کرنے کا اختیار تھا۔ تو بایں صورت حضرت مسیح کے حسب ذیل قول کو جھٹلانا پڑیگا۔

"یہ خیال مت کرو۔ کہ میں تورات یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ میں منسوخ کرنے نہیں۔ بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں۔ ایک نقطہ یا ایک شوشہ تورات کا ہرگز نہ مٹیگا۔ متی ۵/۱۷ علاوہ بریں ذیل کی آیات ملاحظہ ہوں۔ جن سے ثابت ہے۔ کہ شریعت منسوخ نہیں۔ لوقا ۱۶/۱۷ ۔ یعقوب ۲/۱۰ ۔ رومیوں ۳/۳۱ و ۷/۱۴ ۔ گلتیوں ۳/۲۴ ۔ یوحنا ۱/۱۸ ۔ لوقا ۵ ۔

صاف ظاہر ہے۔ کہ ان آیات میں حضرت مسیح کہتے ہیں۔ کہ میں شریعت منسوخ کرنے نہیں آیا۔ لیکن بخلاف پادری صاحب کہتے ہیں۔ کہ موسیٰ کی شریعت کے سبت کے دن حضرت مسیح منسوخ کر سکتے تھے۔ بلکہ منسوخ کر بھی دیا۔ کیونکہ بایں صورت تو تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ حضرت مسیح نے اپنے عملی نمونہ سے سبت کو منسوخ کر دیا۔ اس لئے کہ آپ نے سبت کے دن اپنے شاگردوں کے بالیں توڑنے پر انہیں منع نہ کیا۔ بلکہ برعکس ان کی وکالت کی۔ جس سے کہ صاف ظاہر ہے۔ کہ یسوع منسوخی سبت کا صرف اختیار ہی نہ رکھتے تھے۔ بلکہ اس نے اپنے عمل سے سبت کو منسوخ بھی کر دیا۔ اور جب آپ نے سبت منسوخ کر دیا۔ تو پھر یہ قول سراسر باطل ٹھہرا۔ کہ میں موسیٰ کی شریعت کو منسوخ کرنے نہیں آیا۔ اور اسی طرح عیسائیوں کا بھی سبت کے دن کو منانا سراسر غلطی ہوئی اور ایک بدعت ٹھہری۔ کیونکہ جس حکم کو جہان کے خدا نے منسوخ کر دیا۔ اسکو تسلیم کرنا صریحاً کفر ہے۔ پس جبکہ ہم تنسیخ سبت کا عقیدہ نہیں پاتے۔ بلکہ تمام عیسائی سبت کو جائز سمجھ کر اسے مناتے ہیں۔ تو لامحالہ ماننا پڑے گا۔ کہ جناب یسوع نے اپنے عمل سے ہرگز سبت کو منسوخ نہ کیا تھا۔ اور جب آپ نے سبت کو منسوخ نہ کیا۔ تو یہ بھی تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ مسیح کا آپ کو سبت کا مالک جتلانے سے یہ ظاہر نہیں ہوتا۔ کہ آپ کو منسوخی سبت کا اختیار تھا۔ کیونکہ بایں حالت صرف یہی نہیں۔ کہ حضرت مسیح کو سبت کی منسوخی کا اختیار تھا۔ بلکہ سبت کو ان کے اپنے عمل سے منسوخ بھی قرار دینا پڑیگا۔ جو کہ بالبداہت باطل ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موسوی شریعت کو منسوخ کرنے نہ آئے تھے۔

پس نتیجۃً پادری صاحب کا یہ کہنا کہ یسوع کا آپ کو سبت کا مالک جتلانے میں یہ راز مضمر تھا۔ کہ "انہیں اختیار تھا کہ وہ سبت کا ماننا بھی منسوخ کر دیں"۔ اسی صورت میں صحیح ہو سکتا ہے۔ جبکہ جناب مسیح نے سبت کو منسوخ تو نہ کیا ہو۔ بلکہ صرف اختیار ہی ہو۔ لیکن جبکہ ہم ایسا نہیں پاتے۔ بلکہ پادری صاحب کا یہ خیال تسلیم کرتے ہوئے ہمیں ماننا پڑتا ہے۔ کہ جناب یسوع نے سبت کو منسوخ بھی کر دیا۔ جیسے کہ وہ اپنے شاگردوں کو سبت کے دن بالیں توڑ کر کھانے سے منع نہیں کرتے۔ بلکہ ان کی تائید کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ "میں سبت کا مالک ہوں۔ یعنی مجھے سبت کی منسوخی کا اختیار ہے"۔ تو اب اس واقعہ کو مطالعہ میں لاکر ہر ذی فہم پادری صاحب کے استدلال کو تسلیم کرتے ہوئے یہ سمجھ سکتا ہے۔ کہ جناب مسیح نے سبت کو منسوخ کر دیا۔ تبھی تو وہ شاگردوں کو ان کے فعل سے روکتے نہیں۔ بلکہ الٹ یہودیوں سے بحث کرتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو سبت کا مالک جتلا کر اسے دلیل ٹھیراتے ہیں اس امر کی کہ شاگردوں نے جو کچھ کیا سو اچھا کیا۔ گویا کہ بالفاظ دیگر آپ یہ کہتے ہیں۔ کہ چونکہ میں سبت کا مالک ہوں۔ یعنی میں نے سبت کو منسوخ کر دیا۔ اس لئے میرے شاگردوں نے جو کچھ کیا۔ وہ حق ہے۔ وگرنہ اگر پادری صاحب کے استدلال کو تسلیم کرتے ہوئے صورت ہذا کو رد کیا جائے۔ تو حضرت مسیح کا یہودیوں کو یہ کہنا کہ میں سبت کا مالک یعنی اسکی منسوخی کا اختیار رکھتا ہوں۔ فضول ٹھیریگا۔ جب کہ آپ نے سبت منسوخ ہی نہیں کی۔ پس جبکہ نصاریٰ ایسا ماننے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہیں۔ تو پادری صاحب کا استدلال کہ مسیح آپ کو سبت کا مالک جتلا کر یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ کہ اسے منسوخی سبت کا اختیار حاصل ہے۔ باطل ہو گیا۔ کیونکہ بایں حالت تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ مسیح کو صرف سبت کی منسوخی کا ہی اختیار نہ تھا۔ بلکہ اس نے سبت کو منسوخ بھی کر دیا۔ جو کہ غلط ہے۔ القصہ اب پادری صاحب کو چار و ناچار مسیح کے اس فقرہ کہ "میں سبت کا مالک ہوں"۔ وہی معنی تسلیم کرنے پڑیں گے۔ جو کہ ہم بیان کر چکے۔

(۳)

لیکن اگر بفرضِ محال یہ تسلیم بھی کر لیا جاوے۔ کہ جناب یسوع کو منسوخی سبت کا اختیار حاصل تھا۔ تو تب بھی وہ خدا نہیں ٹھہر سکتے۔ کیونکہ اندریں صورت یہ ماننا پڑیگا۔ کہ جناب یسوع کا یہ اختیار ذاتی نہ تھا۔ بلکہ خدا سے حاصل کردہ۔ کیونکہ آپ واضحۃً کہتے ہیں۔ کہ میرا آپ سے کوئی اختیار نہیں۔ بلکہ میں نے جو کچھ بھی حاصل کیا۔ خدا سے۔ چنانچہ لکھا ہے۔ "میں آپ سے کچھ نہیں کر سکتا۔ بلکہ جو کچھ کرتا ہوں باپ سے۔ یوحنا ۵/۳۰ وغیرہ۔ اب صاف ظاہر ہے کہ